انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں　　انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

خیابانِ رضا

جہانِ رضویت کے اربابِ علم و فضل کے

رشحاتِ قلم و فکر

ترتیب و تہذیب
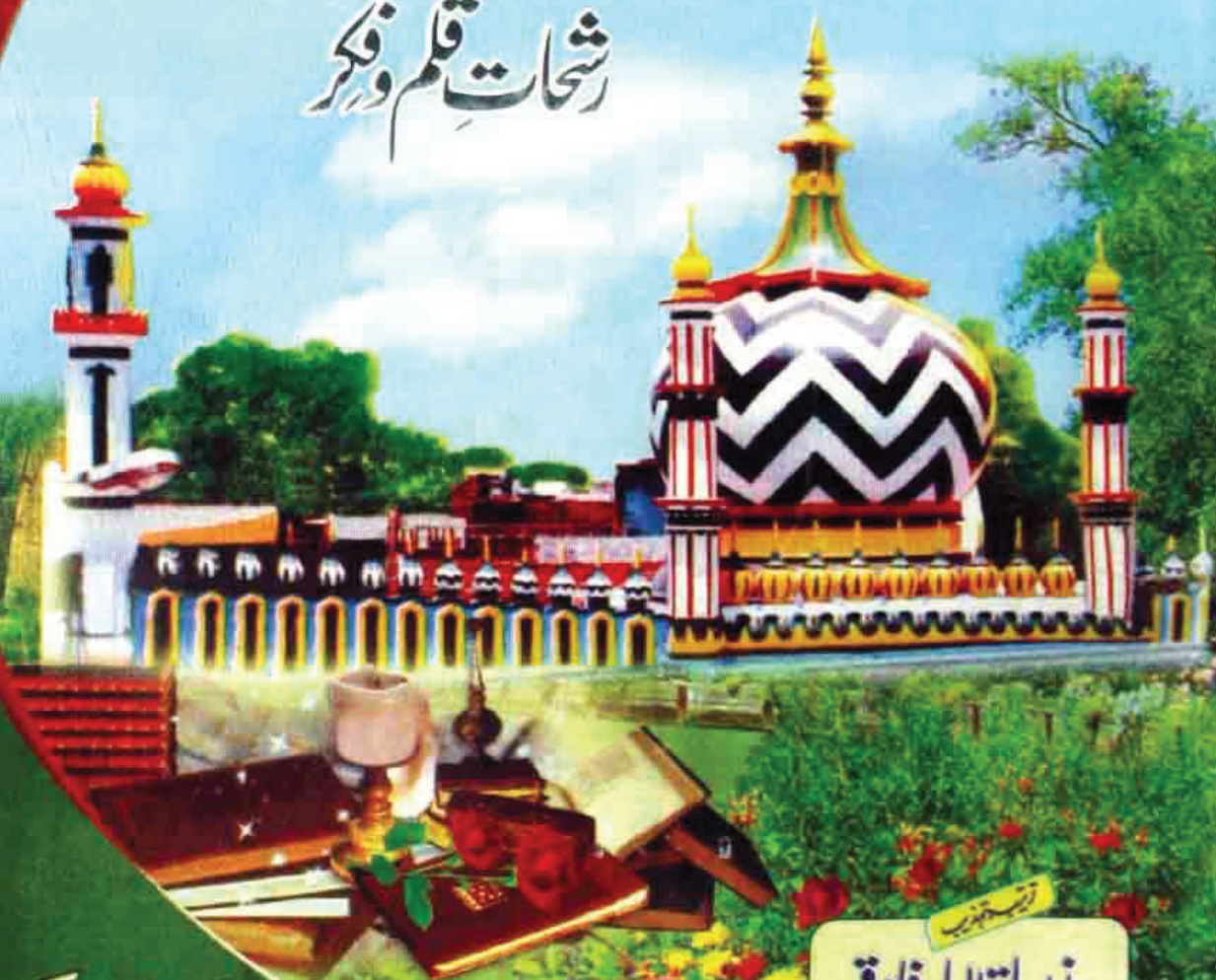
پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

مکتبۂ نبویہ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے افکار کا حقیقی و تحقیقی ترجمان

جلد ۱۷۔ جنوری، فروری ۲۰۰۹ء صفر المظفر، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

شمارہ ۱۵۹

مدیر: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
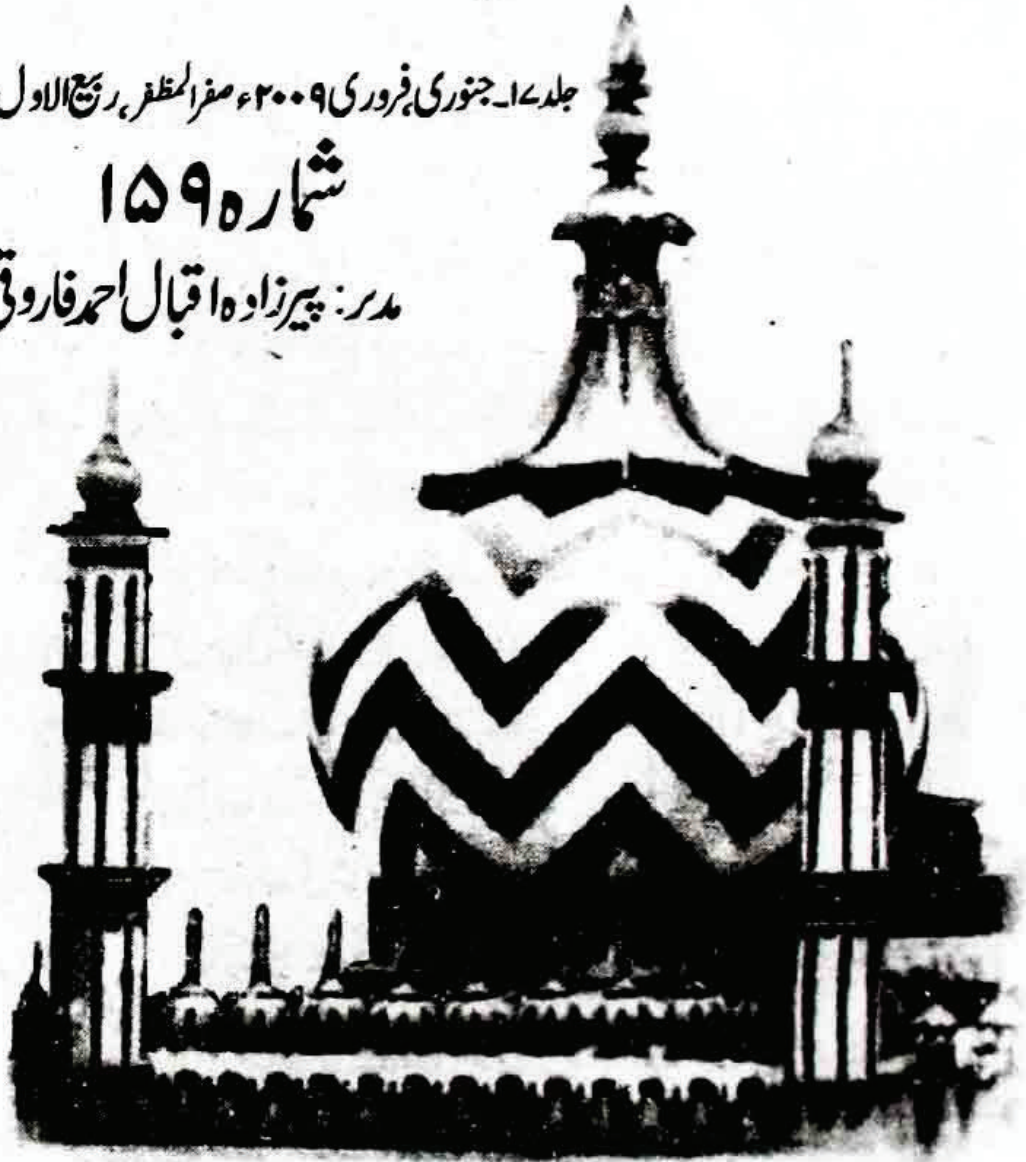
قارئین جہان رضا اپنے تجزیاتی خیالات کا اظہار کر کے ممنون فرمائیں۔

مرکزی مجلسِ رضا

پوسٹ بکس 2206 نعمانیہ بلڈنگ، ٹیکسالی گیٹ، لاہور، موبائل 0300-4235658

جہانِ رضا کے صفحات کی لطافتیں

جہانِ رضا کو پڑھیے، دوستوں کو پڑھائیے اس کے ممبر بنائیے اور فکر رضا کو عام کرنے کے لیے ہم سے تعاون حاصل کیجئے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر ذکر رضا، یاد رضا اور یوم رضا کی مجالس قائم کیجئے اور عوام کو پیغام رضا پہنچائیے۔ ''جہانِ رضا'' حاصل کرنے کے لیے -/200 روپے زر تعاون مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور کو ارسال کیجئے اور سارا سال اپنے گھر بیٹھے ہوئے جہانِ رضا کا مطالعہ کیجئے۔

"حیات اعلیٰحضرت" مرتب کرتے وقت ان کی روایت سے بیان کیا گیا۔ اعلیٰحضرت کے وصال کے بعد ملک العلماء ظفر الدین رضوی تو بریلی سے اپنے وطن بہار چلے گئے مگر سید ایوب علی قادری بریلی شریف میں رہے۔ یہ ان کا وطن بھی تھا۔ یہاں ان کا خاندان بھی تھا۔ سب سے بڑھ کر ان کے مرشد کریم اعلیٰحضرت کے مزار سے قربت بھی تھی۔ یہ بڑی عظمت ہے جو کسی کسی کو ملتی ہے۔

یہ عظمتیں، ہیں مقدر کسی کسی کے لیے!

سید ایوب علی قادری نے دیار حبیب کا سفر اختیار کیا تو تین سال چھ ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ تین بار حج کیا اور زیادہ وقت شہر محبت میں گزارا اور اپنے مرشد کریم کی نعتوں میں بیان کردہ مقامات کی زیارت کرتے رہے۔ ویسے تو مدینہ منورہ کی ہر گلی، ہر گھر، ہر کوچہ اور بازار اپنی گلی اور اپنا گھر ہے۔ پھر یہ "شہر غریبوں امیروں کو ٹھہرانے والا ہے۔" سید ایوب علی رضوی اپنا زیادہ وقت قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین قادری خلیفہ اعلیٰحضرت بریلوی کی مجالس میں گزارتے تھے اور انھیں اپنے اور ان کے مرشد کی باتیں سناتے تھے۔

پاکستان بنا تو سید ایوب علی بریلی کو چھوڑ کر ۱۹۵۰ء میں پاکستان آ گئے۔ آپ لاہور کے شمالی محلہ تاجپورہ پھر کھمن پورہ میں قیام فرما رہے۔ آپ کا پاکستان میں علامہ سید ابوالبرکات سید احمد قادری ناظم حزب الاحناف، علامہ ابوالحسنات خطیب جامع مسجد وزیر خاں، دارالعلوم نعمانیہ، محدث پاکستان مولانا سردار احمد قادری لائل پور، مولانا عارف اللہ قادری کے پاس راولپنڈی آنا جانا رہتا تھا۔ کچھ عرصہ کے لیے کراچی گئے اور وہاں ان علمائے اہلسنت سے ملاقاتیں رہیں۔ جو ہندوستان سے ہجرت کر کے کراچی آ بسے تھے۔ آپ نے مولانا محمد عمر نعیمی خطیب جامع مسجد آرام باغ کراچی سے مل کر "حیات اعلیٰحضرت" کی پہلی جلد چھپوائی جب کراچی سے پہلی بار "کنزالایمان ترجمہ قرآن" چھپا تو سید ایوب علی قادری کراچی میں تھے۔ لاہور واپس آئے تو ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۹۰ء، ۲۶ نومبر ۱۹۷۰ء کو فوت ہوئے اور قبرستان میانی لاہور میں آرام فرما ہوئے۔

لاہور میں میانی قبرستان بڑا وسیع قبرستان ہے جس میں علم و فضل کے ہزاروں خزانے زیر زمیں دفن ہیں۔ یہ خفتگانِ خاک کا ایک بڑا شہر ہے جس کی بنیاد حضرت طاہر بندگی خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے "جسم طاہر" پر رکھی تھی۔ اس قبرستان کے مغربی گوشے میں سید ایوب علی قادری آرام فرما ہیں ان کے پہلو میں سید قناعت علی شاہ جو ساری زندگی آپ کے ساتھ رہے، آرام فرما ہیں۔

اللّٰھُمَّ الرَّحَمْنَا

"حیات اعلیحضرت" مرتب کرتے وقت ان کی روایت سے بیان کیا گیا۔ اعلیحضرت کے وصال کے بعد ملک العلماء ظفر الدین رضوی تو بریلی سے اپنے وطن بہار چلے گئے مگر سید ایوب علی قادری بریلی شریف میں رہے۔ یہ ان کا وطن بھی تھا۔ یہاں ان کا خاندان بھی تھا۔ سب سے بڑھ کر ان کے مرشد کریم اعلیحضرت کے مزار سے قربت بھی تھی۔ یہ بڑی عظمت ہے جو کسی کسی کو ملتی ہے۔

یہ عظمتیں، ہیں مقدر کسی کسی کے لیے!

سید ایوب علی قادری نے دیار حبیب کا سفر اختیار کیا تو تین سال چھ ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ تین بار حج کیا اور زیادہ وقت شہر محبت میں گزارا اور اپنے مرشد کریم کی نعتوں میں بیان کردہ مقامات کی زیارت کرتے رہے۔ ویسے تو مدینہ منورہ کی ہر گلی، ہر گھر، ہر کوچہ اور بازار اپنی گلی اور اپنا گھر ہے۔ پھر یہ "شہر غریبوں امیروں کو ٹھہرانے والا ہے۔" سید ایوب علی رضوی اپنا زیادہ وقت قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین قادری خلیفہ اعلیحضرت بریلوی کی مجالس میں گزارتے تھے اور انھیں اپنے اور ان کے مرشد کی باتیں سناتے تھے۔

پاکستان بنا تو سید ایوب علی بریلی کو چھوڑ کر ۱۹۵۰ء میں پاکستان آ گئے۔ آپ لاہور کے شمالی محلہ تاجپورہ پھر لکھن پورہ میں قیام فرما رہے۔ آپ کا پاکستان میں علامہ سید ابوالبرکات سید احمد قادری ناظم حزب الاحناف، علامہ ابوالحسنات خطیب جامع مسجد وزیر خاں، دارالعلوم نعمانیہ، محدث پاکستان مولانا سردار احمد قادری لائل پور، مولانا عارف اللہ قادری کے پاس راولپنڈی آنا جانا رہتا تھا۔ کچھ عرصہ کے لیے کراچی گئے اور وہاں ان علمائے اہلسنت سے ملاقاتیں رہیں۔ جو ہندوستان سے ہجرت کر کے کراچی آ بسے تھے۔ آپ نے مولانا محمد عمر نعیمی خطیب جامع مسجد آرام باغ کراچی سے مل کر "حیات اعلیحضرت" کی پہلی جلد چھپوائی جب کراچی سے پہلی بار "کنزالایمان ترجمہ قرآن" چھپا تو سید ایوب علی قادری کراچی میں تھے۔ لاہور واپس آئے تو ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ، ۲۶ نومبر ۱۹۷۰ء کو فوت ہوئے اور قبرستان میانی لاہور میں آرام فرما ہوئے۔

لاہور میں میانی قبرستان بڑا وسیع قبرستان ہے جس میں علم و فضل کے ہزاروں خزانے زیر زمیں دفن ہیں۔ یہ خفتگانِ خاک کا ایک بڑا شہر ہے جس کی بنیاد حضرت طاہر بندگی خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے "جسم طاہر" پر رکھی تھی۔ اس قبرستان کے مغربی گوشے میں سید ایوب علی قادری آرام فرما ہیں ان کے پہلو میں سید قناعت علی شاہ جو ساری زندگی آپ کے ساتھ رہے، آرام فرما ہیں۔ اللّٰھُمَّ الرْحَمْنَا

''حیاتِ اعلیٰ حضرت''

صبحِ تالیف سے لے کر شامِ طباعت تک

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، ایم اے
نگران مرکزی مجلس رضا، لاہور

ہم آپ کی خدمت میں ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' کا تذکرہ پیش کر رہے ہیں۔ یہ کتاب جو اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہلسنت، مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی پینسٹھ سالہ (۱۸۵۶ء تا ۱۹۲۱ء) زندگی کے حالات پر مشتمل ہے۔ اسے اعلیٰ حضرت کے ایک شاگرد رشید، فاضل علوم دینیہ اور خلیفہ خاص، ملک العلماء، مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا تھا۔ اس کتاب کے اکثر واقعات فاضل مولف کے مشاہداتی قلم کا نتیجہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے معاصر علماء کرام، صاحبزادگان محترم، شاگردانِ عزیز اور خدمت گزارانِ دربارِ رضویت کی روایات پر مشتمل ہیں۔ کئی مقامات پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی اپنی زبان سے بیان کردہ احوال بھی موجود ہیں اور بعض اوقات آپ کے انٹرویو سے اقتباسات لیے گئے ہیں۔

''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' آج سے اسی سال پہلے لکھی گئی تھی مگر زیور طباعت سے آج تک مزین نہ ہو سکی۔ آج ''فاضل بریلوی'' جن کے حالات پر یہ کتاب ہے اور ''فاضل بہار'' جو حالات کو جمع کرتے رہے ہیں کو اس جہان ناپائیدار سے رخصت ہوئے ایک عرصہ ہو گیا ہے اور دنیا کی نگاہیں اس کی اشاعت کے لیے مدتوں چشم براہ رہی تھیں۔ الحمد للہ یہ ایک نادر ورثہ بڑے طویل مراحل طے کرنے کے بعد ایک کتاب کی شکل میں نمودار ہوا ہے۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت کے وصال (۱۹۲۱ء) کے سترہ سال بعد ۱۹۳۸ء میں آپ کے حالات قلم بند کرنا شروع کیے اور اسے شبانہ

روز کوششوں سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ مؤلف علام کے ایک رفیق کار سید ایوب علی رضوی جو بریلی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے قلمی مسودات، تالیفات اور فتاویٰ جات کے ایک عرصہ تک منصرم تھے۔ انھوں نے یہ کتاب لکھنے کی تجویز اور تشویق کی جسے ملک العلماء نے ایک ضخیم کتاب میں مرتب کر کے دنیائے سنیت پر بہت بڑا احسان فرمایا۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جب ''حیات اعلیٰ حضرت'' مکمل طور پر مرتب ہو کر طباعت کے مراحل طے کرنے لگی تھی۔ ۱۳۵۶ھ میں اس کتاب کا مکمل مسودہ تیار ہوا۔ تو مؤلف علام نے بعض حضرات کی خدمت میں نظر ثانی کے لیے پیش کیا۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت کے پیر و مرشد حضرات مارہروی کے صاحبزادگان عظام اور علماء کرام کی خدمت میں پیش کی گئی۔ ''جہان رضا'' لاہور ماہ اپریل و مئی ۲۰۰۳ء..... میں بعض قدیم خطوط چھپے ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ فاضل مولف نے کتاب کا پورا مسودہ مارہرہ شریف کے سجادہ نشین محمد میاں قادری...... کی خدمت میں نظر ثانی کے لیے شعبان ۱۳۷۱ھ کو پیش کیا تھا پھر بعض حضرات نے اس کتاب کو پریس میں جاتے ہوئے دیکھ کر آرڈر بھی بک کروائے کہ یہ کتاب چھپتے ہی ان تک پہنچے۔ ملک بھر میں اس کتاب کی طلب کی سرگرمی نظر آنے لگی۔ مگر نا معلوم یہ کتاب کیوں نہ چھپ سکی۔ ہم ان حالات کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ یہ کتاب پریس کے دروازوں پر دستک دے کر کیوں واپس آ گئی اور کتاب کا مسودہ کن حضرات کی نظر بد کی نذر ہو گیا اور کس بزرگ کے ذخیرہ کتب میں دبا پڑا رہا۔

۱۹۴۷ء میں ملک تقسیم ہو گیا۔ پاکستان کا وجود عمل میں آیا۔ برصغیر کے مسلمان اہل علم مختلف اطراف میں بکھر گئے۔ فاضل مولف اپنے آبائی گھر، بہار چلے گئے۔ سید ایوب علی رضوی پاکستان آ گئے اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے اوراق کہاں کہاں بکھر گئے۔ سید ایوب علی رضوی جب ہجرت کر کے لاہور آ گئے تو ان کے پاس کتاب کے چند صفحات تھے۔ انھوں نے کراچی کے بعض سابقہ رفقاء سے مل کر ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی طباعت کا بندوبست کیا۔ ۱۹۵۵ء میں ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' کی جلد اول چھپوانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ باقی جلدیں کس کے پاس محفوظ ہوئیں۔ یہ کتاب پہلی بار کراچی سے مکتبہ ''رضویہ'' آرام باغ سے چھپی اور شبستان رضویت کی شمع بن کر اہل علم تک پہنچی۔ جلد اول کی اشاعت کے بعد ''تشنہ لبان حیات اعلیٰ حضرت'' کے اشتیاق میں بے پناہ اضافہ ہو گیا اور وہ مکمل،

کتاب کی طلب کے لیے بے تاب نظر آنے لگے۔

قیام پاکستان کے بعد کئی سال گزر گئے۔مگر اس کی کتاب کی طرف نہ کسی نے توجہ دی نہ کوئی آواز سنائی دی۔ مولوی ایوب علی رضوی ۱۹۷۰ء میں لاہور میں انتقال کر گئے۔۱۹۸۲ء میں امین شریعت حضرت مفتی رفاقت حسین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمود احمد صاحب قادری اشرفی (مؤلف تذکرہ علماء و اہلسنت و مرتب مکتوبات اعلیٰحضرت) مؤلف گرامی کے فرزند ارجمند ڈاکٹر مختار الدین احمد سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پاس سنی علمائے کرام کا وفد لے کر علی گڑھ پہنچے اور ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی طباعت کے اشتیاق کا اظہار کیا اور اصرار کیا کہ کتاب کا قلمی مسودہ انھیں دیا جائے تو اسے دو سال کے اندر اندر زیور طباعت سے آراستہ کر کے عوام تک پہنچا دیا جائے گا، ڈاکٹر مختار الدین احمد ایک کتاب دوست، دانشور ہیں۔ وہ تحقیقی امور سے بے پناہ دلچسپی رکھتے ہیں اس سلسلہ میں وہ عالمی شہرت کے مالک ہیں۔ انھوں نے ان علماء کرام کے اشتیاق اور اصرار کو دیکھا تو بلا تامل کتاب کا مسودہ ان کے حوالے کر دیا۔

''حیات اعلیٰ حضرت'' کا مسودہ جو ایک تاریخی ورثہ تھا اور بے حد اہمیت کا حامل تھا مولانا محمد محمود احمد قادری برکاتی، سجادہ نشین خانقاہ قادریہ اشرفیہ، بھوانی پور، ضلع مظفر پور (بہار) کے زیر نگاہ آ گیا۔ انھوں نے اخبارات میں اعلان کیا کہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' چھپ رہی ہے شائقین کتاب اس کے حصول کے لیے آرڈر بک کروائیں۔ یہ اعلان بڑا خوش کن تھا سارے ہندوستان میں ہی نہیں سارے پاکستان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ چالیس سالہ گم گشتہ خزانہ برآمد ہونے کی بشارت مل گئی اور اب اہل علم اس کی راہیں دیکھنے لگے۔ اس اعلان پر یقین کرتے ہوئے ''مرکزی مجلس رضا لاہور'' نے اعلان کیا کہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' کو مختلف حصوں میں شائع کر کے مفت تقسیم کیا جائے گا۔ ''ماہنامہ جہان رضا لاہور'' نے حیات اعلیٰ حضرت کی جلد اول جو کراچی سے چھپ چکی تھی۔ تین اقساط میں چھاپ کر مفت تقسیم کرنا شروع کر دی اور ساتھ ہی اپنے قارئین کو یقین دلایا کہ جونہی ہندوستان سے کتاب چھپ کر آتی جائے گی۔ اسے بالاقساط شائع کر کے تقسیم کیا جائے گا۔

یہ ۱۹۹۲ء کی بات ہے، ہندوستان میں نہ کتاب چھپی، نہ پاکستان آئی، نہ تقسیم ہوئی۔

؎ دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی!

مولانا محمود احمد قادری مدظلہٗ سے رابطہ کیا گیا، فون کیے گئے، تاریں دی گئیں۔ مگر

"صدائے برنخواست" بانی مرکزی مجلس رضا حکیم محمد موسیٰ امرتسری حج کے لیے حرمین شریفین گئے تو مدینہ پاک کے قیام کے دوران مولانا محمود احمد قادری سے ملاقات ہوگئی اور کتاب کی اشاعت کا پوچھا تو وہ تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے انھیں مشورہ دیا کہ وہ کتاب کا مسودہ پاکستان بھیج دیں "مرکزی مجلس رضا" اپنے اخراجات پر چھپوا دے گی۔ مگر علامہ قادری صاحب نے ایسا بھی نہ کیا۔

اب "حیاتِ اعلیٰ حضرت" کی گمشدگی کا یہ دوسرا دور تھا۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب نے مولانا محمود احمد قادری سے بار بار مطالبہ کیا کہ وہ مجھے میرا مسودہ واپس کر دیں۔ میرے والد کی امانت لوٹا دیں۔ مگر ان کی ساری کوششوں کو نظر انداز کر دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے والد گرامی کی اس بے مثال تحریر کے حصول کے لیے بہت سے علماء کرام کو مسلسل لکھا اور ایک عرصہ تک ان کا تعاقب کرتے رہے۔ مگر اب خبریں آنے لگیں کہ کتاب دہلی چلی گئی ہے۔ پھر بریلی پہنچ گئی ہے۔ پھر بہار کے مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب رضوی کے پاس آرام فرما ہے۔ چالیس سال گزرنے کے باوجود یہ تمام "مفتیانِ ہند" اور "دانشوران اہلسنت" اس طویل عرصہ میں ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ نہ آئے اور نہ مسودہ ان کے ہاتھ آیا نہ کتاب چھپی۔ نہ شائع ہوئی۔ ان علماء کرام کے سنگین ہاتھ اتنے مضبوط تھے کہ ؎ نہ بزور ونہ بہ زاری، نہ بزری آید!

اس کتاب کی طباعت واشاعت کے سلسلے میں بڑی غفلت برتی گئی۔ ماہر رضویات جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مظہری رحمہ اللہ نے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی پر انگریزی میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام **(A neglected genious of the East)** رکھا تھا۔ آج اگر ہم اپنی کوتاہیوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہیں کہ **(A neglected book, on a neglected genious of the East)** تو بے جا نہ ہوگا؟

"حیاتِ اعلیٰ حضرت" کی طباعت میں خدا جانے کیا کیا مشکلات درپیش آئیں ان علماء کرام کا تساہل تھا یا وسائل کی کمی یا کوئی خفیہ ہاتھ اس کی طباعت میں حائل رہے ہیں۔ بہر حال یہ تیس سال کا طویل عرصہ بھی بڑی بے چینی سے گزرا۔ محترم ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کو خدا خوش رکھے۔ انھوں نے اپریل ۲۰۰۳ء کو ہمیں یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ وہ اپنے خاندانی کاغذات کا ایک صندوق دیکھنے لگے تو اس میں سے حضرت ملک العلماء کی اس نادر و نایاب کتاب کا قلمی مسودہ برآمد ہوا۔ جس کی تلاش میں ہم مدتوں مارے مارے پھر رہے تھے۔

"حیاتِ اعلیٰ حضرت" کیا چھپی خیابان رضویت میں بہار آ گئی۔ ہر طرف سے پیغام آنے لگے علماء طلباء اور دانشوروں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ حیات اعلیٰ حضرت کی خوبصورت جلدیں پاک و ہند میں پھیلتی چلی گئیں لاہور میں چھپنے والے ایڈیشن نے تو اہل ذوق کو خوش کر دیا۔ اعلیٰ کاغذ، نفیس طباعت اور خوبصورت سنہری جلد نے کتاب کو ہر علم دوست کے لیے حرز جاں بنا دیا اور ہر ایک پکار اٹھا۔

جمادے چند دادم جاں خریدم　　　　بحمد اللہ چہ ارزاں خریدم

ادھر مفتی مطیع الرحمان رضوی مدظلہٗ العالی نے ہندوستان سے تین جلدوں میں "حیات اعلیٰ حضرت" کا خوبصورت ایڈیشن چھپوا کر ہندوستان کے گوشے گوشے تک پہنچایا۔ یہ ایڈیشن پاکستان پہنچا تو لاہور اور کراچی کے کئی مطابع نے شائع کر کے دنیائے رضویت کو باغ و بہار بنا دیا۔

حیات اعلیٰ حضرت کی اشاعت کے بعد علمائے کرام اور مشائخ عظام نے بے پناہ مسرت کا اظہار کیا۔ ناشرین کو بے شمار خطوط لکھے۔ ہدیۂ تحسین پیش کیے اپنے گراں قدر تاثرات سے نوازا۔ اگر وہ سارے تاثرات و تبصرے یکجا کر لیے جاتے تو ایک دفتر تیار ہوتا ہے۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت کی طباعت کے بعد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے کئی علمی اور مسلکی پہلو سامنے آئے جو مختلف کتابوں، رسالوں اور جرائد کے صفحات کی زینت بنے۔

راقم الحروف (پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، نگران مرکزی مجلس رضا لاہور) "حیاتِ اعلیٰ حضرت" کی خوبصورت اہتمام کی وجہ سے دنیائے رضویت نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ انجمن برکات رضا نے حیات اعلیٰ حضرت کی تالیف و طباعت کے مراحل کے حالات کو شائع کرتے ہوئے اس کی خدمات کو ہدیۂ تحسین پیش کیا ہے اور اعلیٰ حضرت کی ذات والا صفات سے جس عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی تصرفات آپ کی راہنمائی کرتے رہیں۔

الٰہی کے اصل منشا و مراد کو سمجھنا، آیات ربانی کے انداز کو پہچاننا، آیات محکمات و متشابہات میں امتیاز کرنا یہ صرف اس عالم دین کا کام ہے جس کا دماغ انوار ربانی سے روشن، اس کا قلب عشق مصطفےٰ کا مدینہ ہو۔ رہے وہ لوگ جو زبان و ادب، نحو و صرف، فلسفہ و تاریخ وغیرہ علوم کے فاضل ہونے کے باوجود باطل پرستی کے حامی و طرف دار ہیں لیکن انھیں بارگاہ رسالت ﷺ سے قرآن مجید کی ترجمانی کے لیے تائید رحمانی کا کوئی حصہ نہ ملا، کیوں کہ علم قرآن ہی وہ کسوٹی ہے جس سے کھرے کھوٹے کا فرق ظاہر ہوتا ہے، قرآن فہمی ہی وہ معیار ہے جو علمائے حق و علمائے باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچتا ہے۔" (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۳۶۵ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

مترجمین قرآن کی فہرست میں ایک نام چودھویں صدی کی جامع العلوم و کثیر التصانیف، عبقری شخصیت، عاشق رسول، مجدد دین و ملت امام احمد رضا بریلوی کی بھی ہے۔ جنھوں نے صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت) کے پیہم اصرار پر بغیر کسی سابقہ تیاری کے قرآن مجید کا ایسا با ادب و شاہکار تفسیری ترجمہ املا کرایا جسے دیکھ کر ارباب علم و دانش انگشت بدنداں ہیں۔ آپ نے اپنے اس ترجمے کا تاریخی نام "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ۱۳۳۰ھ تجویز فرمایا۔ "کنز الایمان" اپنے معنی کے اعتبار سے ایمان کا خزانہ و علوم و معارف کا گنجینہ ہے۔ "کنز الایمان" تقدیس الوہیت و شان رسالت کا محافظ و نگہبان ہے، عظمت و عصمت انبیاء کا نقیب و ترجمان ہے۔ احادیث مبارکہ صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین و اسلاف کرام کی تفاسیر کا نچوڑ ہے۔ اردو زبان کی فصاحت و بلاغت، سلاست و روانی، اختصار و جامعیت، زبان و بیان کی لطافت سے مزین ہے۔ کنز الایمان، معاشیات، فلکیات، ارضیات، طبعیات و سائنس کے جدید مسائل کا بہترین حل پیش کرتا ہے۔ الغرض قرآن کریم کا مین منشائے رب العالمین کے اردو زبان میں منفرد و عظیم الشان ترجمہ ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کنز الایمان کی شہرت، مقبولیت اور کثرت اشاعت کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں یہ قبولیت کی سند پا چکا ہے۔ برصغیر ہند و پاک کے پچاسوں ناشرین کنز الایمان کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ دبئی کے وزیر اوقاف فضیلۃ الشیخ عیسیٰ بن مانع "کنز الایمان" کے ۵۰۰ نسخے اپنی وزارت کی مہر کے ساتھ تقسیم کیے۔ الجامعۃ الاشرفیہ

(۳) مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری: ''مسلمانو! اے شمع رسالت کے پروانو! اگر خدا نصیب کرے تو قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے صرف اور صرف کنزالایمان ترجمہ قرآن ہی پڑھنا، قرآن کریم کا اردو میں یہی سب سے صحیح ترجمہ ہے اردو کے باقی جتنے ترجمے ہیں ان میں سے اکثر ترجمے بے دینوں نے کیے ہیں اور انھوں نے بعض آیات کا ترجمہ منشائے ربانی کے خلاف کر کے مقدس شجر اسلام میں اسلامی عقائد ونظریات کی قلمیں لگائی ہوئی ہیں۔ خدا نہ کرے کہ آپ یا آپ کے گھر والے ان ترجموں کو پڑھ کر اپنی دولت ایمان کو ضائع کر بیٹھیں۔ ایمان کی حفاظت کے لیے بے ادبی و بے حرمتی سے مبرا ''کنزالایمان'' کو پڑھنا اشد ضروری ہے کیونکہ یہ ترجمہ قرآن تفاسیر معتبرہ کے عین مطابق ہے۔'' (سالنامہ معارف رضا، کراچی ۲۰۰۳ء، ص ۱۳۸)

(۴) مولانا عطا محمد بندیالوی، پاکستان: ''حضرت بریلوی قدس سرہ نے ایک ہزار کے لگ بھگ تصانیف ارقام فرمائیں اور جس مسئلے پر قلم اٹھایا الم نشرح کر کے چھوڑا۔ ان تمام تصانیف کا سرتاج اردو ترجمہ قرآن پاک ہے، جس کی نظیر نہیں ہے اور اس ترجمہ کا مرتبہ اس کو معلوم ہوتا ہے جس کی اعلیٰ درجے کی تفاسیر پر نظر ہے۔ اس ترجمہ مبارک میں مفسرین کا اتباع کیا گیا ہے اور جن مشکلات اور ان کے حل مفسرین نے صفحات میں جا کر بمشکل بیان فرمائے ہیں اس محسنِ اہل سنت نے اس ترجمہ کے چند الفاظ میں کھول کر رکھ دیا ہے۔'' (حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی از پروفیسر مسعود احمد، مطبوعہ ممبئی، ص ۲۱، ۲۲)

(۵) علامہ ارشد القادری: ''عربی زبان پھیلے ہوئے معانی کو اپنے اندر سمیٹنے کی جو صلاحیت رکھتی ہے اردو زبان بہت حد تک اس سے محروم ہے لیکن اسے زبان اور تعبیر پر امام احمد رضا بریلوی کی غیر معمولی قدرت ہی کہا جائے گا کہ اردو کی تنگ دامنی کے باوجود انھوں نے اپنے اردو ترجمے میں اختصار اور جامعیت کی نادر مثال قائم کی ہے۔ اختصار کا حال تو آپ حرفوں کو گن کر معلوم کرلیں گے لیکن جامعیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ پورے کنزالایمان میں آیت کا مفہوم واضح کرنے کے لیے انھیں عبارت میں ہلالین کا پیوند جوڑنے کی کہیں ضرورت پیش نہیں آئی۔ کیونکہ ترجمہ ہی اتنا جامع ہے کہ وہی وضاحت کے لیے بہت کافی ہے۔'' (تجلیات رضا، کنزالایمان کا مطالعہ تین رُخ سے، ص ۵۳ مطبوعہ دارالکتب دہلی)

(۶) مولانا عبدالحکیم شرف قادری...... جامعہ نظامیہ، لاہور، پاکستان: ''قرآن کو

سمجھنے کے لیے صرف عربی زبان، صرف ونحو، علم معانی، بیان، بدیع وغیرہ علوم میں مہارت کافی نہیں، تفسیر وحدیث، عقاید وکلام اور تاریخ وسیرت کا وسیع مطالعہ ہی کافی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور صاحب قرآن ﷺ سے صحیح ایمانی وروحانی تعلق بھی ضروری ہے اور ترجمہ نگاروں میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز ممتاز ترین مقام پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں پچاس سے زیادہ علوم میں حیرت انگیز مہارت عطا فرمائی تھی۔ وہ عارف باللہ بھی تھے اور صبغۃ اللہ سے مزین بھی۔ ساتھ ہی آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کی محبت میں فدا تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے توسط سے ان کے دل پر فیوض الٰہیہ کی بارش ہوتی تھی۔ اسی لیے انھوں نے قرآن پاک کا بے مثال اردو ترجمہ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے کیا۔ مخالفین کی سازشوں کی بنا پر بعض ممالک میں اس پر پابندی عائد کی گئی لیکن بحمد اللہ اس کی خداداد مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کی مانگ سب تراجم سے زیادہ ہے۔" (کنزالایمان کی عرب دنیا میں پذیرائی ص ۱۰۹ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی)

(۷) مولانا کوثر نیازی (مرحوم): "کنزالایمان تمام اردو تراجم میں عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ ہے۔ یہ عشق رسول ﷺ کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔" (امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، مطبوعہ راج محل بہار، ص ۲)

(۸) علامہ اختر رضا خاں ازہری بریلی شریف جانشین حضور مفتی اعظم ہند: "معترض بہادر یہ سنتے چلیں کہ امام احمد رضا کا وہ ترجمہ جسے انھوں نے اردو کے ترجموں کی بنا پر غلط بتایا تھا وہ علما کے نزدیک نہ صرف صحیح ہے بلکہ ایسا مشہور ہے کہ محتاج بیان نہیں تو وہ جو ہم نے کہا تھا کہ ہر غیر مشہور غلط نہیں ہوتا محض تنزل تھا اور اردو کے ترجموں کی ہی حد تک تھا نیز ان ارشادات کے پیش نظر ترجمہ رضویہ کو دیگر تراجم پر فوقیت ظاہر ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے تو اس کے مقابل دیگر تراجم کو لانا جہل ہے۔" (دفاع کنزالایمان، مطبوعہ ادارہ سنی دنیا، بریلی شریف، ص ۵۷)

(۹) علامہ سید محمد مدنی کچھوچھوی...... جانشین حضور محدث اعظم ہند: "ان تمام مباحث کو بغور دیکھ لینے کے بعد امام احمد رضا کے ترجمے کی اہمیت کا اندازہ لگتا ہے کہ اس قدر طویل بحث کے بعد جو حقیقت سامنے آئی اس کو امام احمد رضا نے اپنے ترجموں کے مختصر سے فقروں میں سمو دیا ہے اور اس احتیاط سے یہ کام انجام دیا کہ نہ کسی اسلامی عقیدے پر آنچ آئی،

نہ بارگاہ رسالت کے آداب میں کوئی فرق ہوا، نہ محاورے کی پیشانی پر کوئی شکن پڑی، نہ اصحاب تاویل کی روش پر ارشاد ربانی کے مقصود کا دامن ہاتھ سے چھوٹا، نہ اصولی اور لغوی حقائق سے روگردانی کی اور نہ ہی اولیائے کاملین اور اسلاف متقدمین کے راستے سے ہٹے۔ بے شک "ایں سعادت بزور بازو نیست...... تانہ بخشد خدائے بخشندہ" (المیزان، امام احمد رضا نمبر ممبئی ۱۹۷۶ء، ص ۹۸)

(۱۰) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی: "وہ ایک باخبر، ہوش منداور باادب مترجم تھے۔ ان کے ترجمے کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے آنکھیں بند کر کے ترجمہ نہیں کیا بلکہ وہ جب کسی آیت کا ترجمہ کرتے تھے تو پورا قرآن، مضامین قرآن میں برسوں کی فکری کاوشیں پنہاں ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ اپنے بندے کو ایسی نظر عطا فرمادے جس کے سامنے علم و دانش کی وسعتیں سمٹ کر ایک نقطہ پر آ جائیں۔ فی البدیہ ترجمہ قرآن میں ایسی جامعیت کا پیدا ہو جانا عجائبات عالم میں سے ایک عجوبہ ہے۔" (چشم و چراغ خاندان برکاتیہ" سالانہ معارف رضا، کراچی ۲۰۰۴ء ص ۸۷)

(۱۱) مولانا یٰسین اختر مصباحی...... دارالقلم دہلی: "کنزالایمان عظمت توحید کا محافظ ہے اور احترام انبیاء صالحین کا داعی بھی۔ کنزالایمان نے الفاظ قرآن کے پیکر کو سامنے رکھتے ہوئے روح قرآن کو بڑی حد تک اپنے اندر جذب کر لیا ہے۔ کنزالایمان میں صحت مفہوم و معنی بھی ہے اور حسن ترجمہ بھی۔ کمال و جامعیت اس کا طرۂ امتیاز اور اختصار و سلاست اس کا خوبصورت زیور۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ کنزالایمان اردو زبان کے اندر صحیح معنوں میں موضح قرآن بھی ہے اور ترجمان قرآن بھی، تفہیم قرآن بھی، تفہیم قرآن بھی ہے، بیان قرآن بھی، ضیاء قرآن بھی ہے اور انوار قرآن بھی، روح قرآن بھی ہے اور فیضان قرآن بھی، معارف قرآن بھی ہے اور محاسن قرآن بھی، نظم قرآن بھی ہے اور جمال قرآن بھی۔

اور اس کا بے مثال و باکمال مترجم ان عالمانہ صفات، مفسرانہ خصائص اور مومنانہ اوصاف و کمالات کا جامع ہے۔ (معارف کنزالایمان، مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی، ص ۵۷)

(۱۲) مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی: "امام احمد رضا نے صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کی درخواست اور مسلسل اصرار پر ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء کو قرآن کریم کا اردو زبان میں فی البدیہ کرایا۔ مگر دوسرے مترجمین کی طرح لغت دیکھ کر لفظ کے نیچے لفظ نہیں رکھا۔ جس سے تقدیس

باری پر حرف آئے یا شان رسالت کا خون ہو بلکہ کلام الٰہی کے تمام ممکنہ مقتضیات کا لحاظ رکھتے ہوئے نہایت ہی پاکیزہ اور مقدس لفظوں میں صاف، سلیس اور شستہ ترجمہ کیا ہے۔" (امام احمد رضا حقائق کے اجالے میں، مطبوعہ المجمع المصباحی مبارک پور، ص ۱۱)

(۱۳) مولانا محمد عبدالمبین نعمانی...... دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ مئو یوپی: "قرآن پاک کے تراجم تو بہت سے منظر عام پر آئے اور آرہے ہیں مگر آپ نے عشق وایمان میں ڈوب کر جو ترجمہ قرآن کنزالایمان اپنے خلیفہ و تلمیذ صدرالشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے ہاتھوں قلم بند کرایا ہے، وہ علم و معارف اور عشق و محبت کا گنجینہ ہے۔ اس کی سطر سطر آپ کے علمی مقام و مرتبے کی سچی تصویر ہے۔ اس ترجے کو دیکھنے کے بعد دیگر تراجم پھیکے نظر آتے ہیں۔ آپ کا یہ ترجمہ ایک طرف اردو زبان و ادب کا شاہکار ہے تو دوسری طرف قرآن حکیم کی صحیح ترجمانی کا منہ بولتا ثبوت بھی اور اعجاز بیانی بھی یہ ترجمہ قرآن اپنی مثال آپ ہے۔ یہ بات بھی توجہ کے لائق ہے کہ آج پوری دنیا میں کوئی ترجمہ قرآن کثرت اشاعت میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ دنیا کی کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ طویل تفسیری مباحث کو چند لفظوں میں سمیٹ کر بیان کرنا بڑے کمال کی بات ہے اور یہ کمال اہل علم کو کنزالایمان میں جگہ جگہ بکھرا ملے گا۔" (امام احمد رضا اور ان کی تعلیمات، نوری مشن مالے گاؤں، ص ۳)

(۱۴) مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد...... شاہی امام مسجد فتح پوری، دہلی: "یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فاضل بریلوی علمی اور ادبی صلاحیتوں میں معاصرین اور متاخرین میں بہت اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ ان کے پایہ کا عالم نہ ان کے دور میں تھا نہ آج ہے۔ قرآن کریم کا محتاط اور جامع ترجمہ وہی عالم کرسکتا ہے، جس کو عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں مہارت ہو، جو محاورات اور ادبی فصاحت و بلاغت سے خوب واقف ہو جو سیرت پاک مصطفےٰ ﷺ سے باخبر ہو۔ جس کو علوم قرآنیہ کے ساتھ ساتھ فن حدیث پر بھی مکمل دسترس ہو۔ جو آیت کریمہ کے شان نزول اور اس وقت کے کوائف و حالات سے باخبر ہو۔ جس کے پاس عشق مصطفےٰ ﷺ کا خزانہ ہو جو مکمل خشوع و خضوع کے ساتھ بین الخوف والرجا لکھنے کا عادی ہو۔ جب ہم فاضل بریلوی کی حیات اور علمی مقام و مرتبہ کا جائزہ لیتے ہیں تو صرف وہ ہی مجمع الکمالات کے پیکر میں سامنے آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ "کنزالایمان" دنیا بھر میں مقبول ہے۔ نہ صرف عوام و خواص بلکہ ہر طبقۂ فکر کے علماء اس سے استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔" (سہ ماہی افکار رضا ممبئی، جولائی تا دسمبر

جس کے حواشی ''خزائن العرفان فی تفسیر القرآن'' کے نام سے مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے تحریر فرمائے۔ یہ ترجمہ اس حیثیت سے ممتاز نظر آتا ہے کہ جن چند آیات قرآنی کے ترجمے میں ذرا سی بے احتیاطی سے حق جل مجدہ اور آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی کا شائبہ نظر آتا ہے، احمد رضا خاں نے ان کے بارے میں خاص احتیاط برتی ہے۔'' (شخصیات نمبر، ماہ نامہ الحسنات، رام پور ۱۹۹۱ء، ص ۱۵۴۔۱۵۵)

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھا وہ طیب و طاہر گیا

أستاذ العلماء زینت القراء فخر المدرسین

علامہ مولانا حافظ قاری الطاف اللہ سیال رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبد الرشید فتح آبادی، حافظ آباد

میرے استاد مکرم، استاذ الاساتذہ، عالم بے بدل، نابغۂ عصر، حضرت علامہ شیخ الحدیث قاری محمد الطاف اللہ سیال رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے حافظ آباد کے دار العلوم "جامعہ سعیدیہ رضویہ" (انوار الحدیث) میں اپنے عم محترم مولانا محمد شریف رضوی مدظلہ العالی کی سرپرستی میں علوم وفنون کے دریا بہا دیئے۔ یہ گل سرسبد علی آباد (بلو) نزد کولو تارڑ ضلع حافظ آباد میں 1962ء میں عالموں کے خاندان کے ایک عالم مولانا محمد صدیق کے ہاں کھلا۔ آپ کی ولادت ایسے خانوادے میں ہوئی تھی جس کی دین کے ساتھ وابستگی بہت ہی گہری تھی "جامعہ مجددیہ العلم" گوجرانوالہ کے بانی مولانا محمد نواز نقشبندی المعروف "بھکھی والے" شیخ الحدیث اور جامعہ سعیدیہ رضویہ انوار الحدیث (گوجرانوالہ روڈ) حافظ آباد کے بانی شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی دامت برکاتہم العالیہ آپ کے عم محترم ہیں۔

بسلسلہ تعلیم آپ "جامعہ نقشبندیہ ڈسکہ" میں داخل ہو گئے جہاں استاذ العلماء علامہ محمد شریف جماعتی نقشبندی علیہ الرحمۃ الرحمٰن، مولانا محمد معین الدین نقشبندی مدظلہ العالی اور مولانا محمد رفیق صاحب سے آٹھ سال تک درسِ نظامی کی تکمیل کی 1984ء میں سندِ فراغت پانے کے بعد دو سال تک اسی جامعہ کے استاد مقرر رہے۔ اسی دوران حافظ آباد میں "جامعہ سعیدیہ رضویہ انوار الحدیث" قائم ہوا تو اپنے عم محترم شیخ الحدیث علامہ محمد شریف رضوی مدظلہ العالی کے پُر زور اصرار پر آپ حافظ آباد تشریف لائے اور 1988ء میں جامعہ میں درسِ نظامی کی کلاسز کا اجراء فرمایا اور صدر مدرس کی حیثیت سے دینی خدمات انجام دینے لگے ساتھ ہی مرکزی جامع مسجد